Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

از مرکزی دفتر مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

ماہنامہ علمی سماجی ماہِ ذو الحجہ ۱۴۴۱ھ شمارہ 84

بانی

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

3 اللہ کے حقوق قسط 10

5 غدیر عہد و پیمان کا دن

6 کورونا وباء اور عزاداری کے ایام

8 مباہلہ اہل بیتؑ کی حجیت کی دلیل

11 حضرت امام ہادیؑ اور معارف اسلامی کی حفاظت

15 سورہ دہر یعنی سورہ انسان کے فضائل اور مضامین

18 مہمان نوازی اور اہل البیت علیہم السلام۔ قسط ۳

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

اللہ کے حقوق

(قسط 10)

مرجع مسلمین وجہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: فَأَمَّا حَقُّ اللَّهِ الْأَكْبَرُ فَإِنَّكَ تَعْبُدُهُ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ بِإِخْلَاصٍ جَعَلَ لَكَ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ يَكْفِيَكَ أَمْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ يَحْفَظَ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْهُمَا

یعنی خدا کا بڑا اور اہم حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اگر تم نے یہ حق پورے خلوص سے ، بغیر کسی ملاوٹ کے یعنی کوئی غرض سوائے خدا کی خوشنودی کے نہ ہو تو خداوند عالم تمہارے لئے اور تمہاری بخشش کے لئے اپنی ذات پر لازم قرار دے گا کہ تمہیں دنیا و آخرت کی ہر مشکل سے دور رکھے اور تمہاری دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات کو آسان کرے اور تمہارے لئے دنیا و آخرت میں جو تم چاہتے ہو اس کی تمہارے لئے حفاظت کرے ۔

واضح رہے کہ جب تک دین کا عقیدہ اور اس کی پابندی خالص خدا کے لئے نہ ہو تو اس وقت تک انسان صحیح دیندار نہیں ہوتا ، فرمانِ خدا وندِ عالم ہے :

إِلَّا الَّذِينَ تَابُواْ وَ أَصْلَحُواْ وَ اعْتَصَمُواْ بِاللَّهِ وَ أَخْلَصُواْ دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا(نساء ١٤٦)

یعنی جو اپنے نفس و فکر اور عقل کو خدا کے علاوہ ہر چیز سے روگرداں ہو کر صرف خدا کی طرف متوجہ ہو کر ، اپنے ہر فعل و حرکت کو غلط آمیزش سے صاف و ستھرا کریں گے اور صرف خدا کی شفقت اور اسی کی ذاتِ عظیم جو ہر شیئ پر قادر ہے پر اعتماد کریں گے اور اسی کو ہر بہتری کا مصدر و مرکز سمجھیں گے اور اس کے دین میں کسی ایسی چیز کو شامل نہیں کریں گے جو دین خدا سے دور اور الگ ہے تو ان کو سچے مؤمنوں میں شامل کرے گا اور خداوند عالم صحیح اور سچے مؤمنین کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ خدا دینِ خالص کو ہی قبول فرماتا ہے ، خدا وندِ عالم نے مختلف آیتوں میں دین خالص اختیار کرنے کا حکم دیا ہے :

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (زمر٣) آگاہ رہو! خالص دین صرف اللہ کے لیے ہے ۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّى بِالْقِسْطِ وَ أَقِيمُواْ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلّ مَسْجِدٍ وَ ادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ(اعراف٢٩)

کہدیجیے: میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر عبادت کے وقت تم اپنی توجہ مرکوز رکھو اور اس کے مخلص فرمانبردار بن کر اسے پکارو، جس طرح اس نے تمہیں ابتدا میں پیدا کیا ہے اسی طرح پھر پیدا ہو جاؤ گے۔

وَ إِذَا غَشِيهَم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُاْ اللَّهَ مخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نجَّاهُمْ إِلىَ الْبرَِّ فَمِنهُم مُّقْتَصِدٌ وَ مَا يجَحَدُ بِايَاتِنَا إِلَّا كلُ خَتَّارٍ كَفُورٍ(لقمان۳۲)

اور جب ان پر (سمندر کی) موج سائبان کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ عقیدے کو اسی کے لیے خالص کر کے اللہ کو پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کچھ اعتدال اور صحیح عقیدہ پر قائم رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا وہی انکار کرتا ہے جو بدعہد نا شکرا ہے۔

هُوَ الَّذِى يُسَيرِّكُمْ فىِ الْبرَِّ وَ الْبَحْرِ حَتىَّ إِذَا كُنتُمْ فىِ الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَ فَرِحُواْ بهِا جَاءَتهْا رِيحٌ عَاصِفٌ وَ جَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كلُ مَكاَنٍ وَ ظَنُّواْ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بهِمْ دَعَوُاْ اللَّهَ مخُلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئنِ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ(يونس۲۲)

وہی تو ہے جو تمہیں خشکی اور دریا میں چلاتا ہے، چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور وہ لوگوں کو لے کر باد موافق کی مدد سے چلتی ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اتنے میں کشتی کو مخالف تیز ہوا کا تھپیڑا لگتا ہے اور ہر طرف سے موجیں ان کی طرف آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (طوفان میں) گھر گئے ہیں تو اس وقت وہ اپنے دین اور عقیدہ کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے بچایا تو ہم ضرور بالضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔

فَإِذَا رَكِبُواْ فىِ الْفُلْكِ دَعَوُاْ اللَّهَ مخلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نجَّئهُمْ إِلىَ الْبرَِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ(عنكبوت٦٥)

وہ جب کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو خلوص کے ساتھ پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

فَادْعُواْ اللَّهَ مخلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ(غافر١٤)

پس دین کو صرف اس کے لیے خالص کر کے اللہ ہی کو پکارو ،اگرچہ یہ عقیدہ کافروں کو بُرا لگے۔

وَ مَا أُمِرُواْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ اللَّهَ مخلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَ يُقِيمُواْ الصَّلَوٰةَ وَ يُؤْتُواْ الزَّكَوٰةَ وَ ذَالِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ(بينه٥)

حالانکہ انہیں تو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر دین کو اس کے لیے خالص رکھتے ہوئے صرف اللہ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی مستحکم اور درست دین و عقیدہ ہے۔

ان آیتوں میں یا تو خدا نے دینِ خالص کا پابند رہنے کا حکم دیا ہے یا ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جن کا دین خالص تھا۔ان تمام آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب تک دین خالص نہیں ہوگا یعنی جب دین غلط آمیزش سے خالی نہیں ہوگا تو وہ دین قبول نہیں ہوگا ۔ جو دین آمیزش سے خالی نہیں ہے اس کی پابندی کا خدا نے حکم نہیں دیا ہے ۔

واضح رہے کہ دین کا پہلا رکن خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے ۔

خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ ہم خدا کے وجود اور اس کے وحدہ لاشریک کا عقیدہ رکھیں ۔

اور کبھی انسان خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر عقیدہ اس لئے رکھتا ہے تاکہ وہ خدا کے عذاب سے بچ سکے اور اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

اور کبھی وہ خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہے کہ اس نے حکم دیا ہے ۔

پہلے عقیدے کے علاوہ باقی اعتقاد آمیزش سے خالی نہیں ہیں ۔

صرف صرف خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان رکھنا بغیر کسی آمیزش اور مقصد کے تو یہ دین خالص ہے ۔اگر کوئی خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر اس لئے عقیدہ رکھے کہ وہ ہمیں رزق دیتا ہے یا اس نے ہمیں زندگی دی ہے یا اس سے ہم جنت کے خواہش مند ہیں اور اگر یہ عقیدہ نہ رکھا تو ہم ان سب نعمتوں سے محروم ہو جائیں گے ۔تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان خدا کے لئے نہیں لا رہے بلکہ اپنے اغراض و مقاصد کے لئے ایسا کر رہے ہیں ۔

اور ہر عقل مند جانتا ہے کہ مقصد وسیلے سے افضل ہوتا ہے ،اگر ہم خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت کے عقیدے کو وسیلہ قرار دیں دنیاوی اور اُخروی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے تو پھر ہمارے اغراض و مقاصد خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت کے عقیدے سے (العیاذ باللہ) افضل ہو جائیں گے اور یہ دین خالص نہیں ہوگا ۔

.... جاری ہے ....

غدیر

عہد و پیمان کا دن

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

الحمد للہ۔ اما بعد۔ قال اللہ سبحانہ : وَ أَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَ إِيَّايَ فَارْهَبُونِ (بقرہ ۴۰)

(ترجمہ آیت: اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور تم لوگ صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو)

خداوندِ عالم نے اس آیت میں اس عہد و پیمان کی وفا کو واجب قرار دیا ہے کہ جو ہر انسان اپنے خدا کے ساتھ کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ جتنا انسان دین سے لگاؤ رکھتا ہوگا اور دین کی اہمیت کا معتقد ہو گا اس کے دل میں اتنی ہی خدا کے ساتھ عہد و پیمان کی اہمیت اجاگر ہوگی اور جتنی اس کی اہمیت روشن ہوگی اتنی ہی اس کے دل میں وفا کی رغبت مضبوط ہوگی اور جتنی رغبت بڑھے گی اتنی ہی وفا کے لئے آمادگی بڑھے گی اور اس عہد و پیمان میں انسان کی عقل خدا کے ساتھ عہد و پیمان کو پورا کرنے کے مقدمات فراہم کرنے کا سبب بنے گی۔

غدیر خم میں اعلان ولایت کا عقیدہ وہ عظیم کام ہے کہ جس کے ضمن میں ہر مؤمن کی گردن پر اس عہد و پیمان کی اہمیت اور اس کی وفا کا جذبہ اور اس عہد و پیمان کی بقا کے لئے ہر وقت تیاری اور وقت استعداد پیدا کرنے کو خدا نے وظیفہ شرعی و عقلی قرار دیا ہے اور روایات میں اس دن کو آسمان پر یوم العید المعھود اور زمین پر یوم المیثاق الماخوذ و الجمع الشھود کے نام سے یاد کیا گیا ہے ہم جب غدیر کو اپنا یا ہے اور غدیر میں ہونے والے اعلان کو اپنے ایمان کا اہم رکن سمجھا ہے تو ہم سب کا فریضہ ہے کہ اس عہد وپیمان کو اپنے دلوں میں مضبوطی سے محفوظ کریں اور اس عہدو پیمان کو دنیا کے کونے کونے تک آنے والی نسلوں تک پہنچائیں۔

ہر بچے کے پیدا ہونے کے فوراً بعد اس کے کان میں اذان و اقامت کے اندر شہادت ولایت علی کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے وقت سے ہی اس کی رگ و ریشہ میں اس کے جسم میں پیدا ہونے والے خون میں اس عہد و پیمان کی سرائیت ہو جائے۔

اس عہد وپیمان کی اہمیت کے پیشِ نظر ہمارا شیعہ ہونے کا دعویٰ کافی نہیں ہے اور اسی طرح ہمارے آئمہؑ کے بارے میں صحیح عقیدے کا دعوی ہماری نجات کا ذریعہ نہیں ہے جب تک ہم میں سے ہر شخص اس عہد و پیمان کی نشر و اشاعت اور آنے الی نسلوں میں حسبِ طاقت باقی رکھنے کی کوشش نہ کرے اسی لیے واجب ہے کہ ہم سب اپنے بچوں میں دیگر تعلیم سے آرستہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس عہد وپیمان کی پابندی کی رغبت پیدا کریں تاکہ آنے والی نسلوں کا اس عہد پیمان کو باقی رکھنا نصب العین ہو جائے اور اس عہد پیمان کے لئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے جشن برپا کریں تاکہ اس عہد وپیمان کی عظمت ہمیشہ زندہ رہے اور اس کے لئے جلسے برپا کرنا کہ جن میں علماء کرام اس عہد وپیمان کے جاری ہونے کے تہوار کو ایک مہم عید کی صورت دے کر اس کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں۔

اور یہ واضح رہے کہ اگر اس عہد وپیمان کی بنیاد نہ ڈالی جاتی تو دین اسلام ناقص رہ جاتا اور اس کے باقی رہنے کی ضمانت میسر نہ ہوتی اور اس مطلب کی طرف قرآن میں ارشاد رب العزت ہے :

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا(مائدہ ۳) (ترجمہ آیت: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کردیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا ہے)

اس عہد وپیمان کی پابندی صرف عقیدہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ انسان کی ہر حرکت و سکون میں اس کا اثر ہونا چاہئے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب ہم سب اپنی تمام زندگی خواہ وہ کاروباری ہو یا گھریلوزندگی یا ذاتی ضروریات پورا کرنا پیش نظر ہو ان تمام مراحل اور شعبوں میں اس عہد و پیمان کو سامنے رکھا جائے تاکہ انسان صحیح طور پر اس کی پابندی کرسکے۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع فقیہ اہل بیت عصمت و طہارت حضرت آیت اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی (دام ظلہ الوارف) کا کورونا جیسی وباء کے ایام میں عزاداری و مجالس حضرت امام حسینؑ کے لئے مؤمنین کرام کے نام خصوصی و ضروری پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا والصلاة والسلام على سيد الكونين محمد بن عبد الله الذى ارسله بشيرا و نذيرا لهداية العالمين و على آله الطاهرين و اللعنة على شانئيهم اجمعين الى يوم الدين

قال الله سبحانه: وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ چیزیں کہ جن سے انسان کو خدا کی طرف اور خدا کے دین کی طرف ہدایت ہوتی ہے، اس کو شعائر اللہ کہا جاتا ہے اور جو ایسی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے اور ان کو اہمیت دیتا ہے تو یہ اس کے متقی ہونے کی علامت ہے۔

اسی لئے خداوند عالم نے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کو شعائر اللہ کہا ہے۔ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ)

اس کے اعتبار سے مجالس حضرت امام حسین علیہ السلام اور امام بارگاہوں کا بنانا اور ان کو مجالس حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے آباد رکھنا اسی طرح ہے کہ جس طرح مساجد کو عبادات کے ذریعے آباد رکھنا ہے اور یہ سب شعائر اللہ ہیں کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا جہاد اور امامؑ کی قربانی سے دین کو تقویت ملی بلکہ دین انؑ کی قربانی کی وجہ سے باقی رہا اور تا قیامت باقی رہے گا اس لئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کو یاد رکھنا اور یاد کرنا ہر مباح طریقے سے اس کو شعائر اللہ کہنا درست ہے۔

لہٰذا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کو مجالس، جلوس، تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ وغیرہ سے زندہ و باقی رکھیں یہ شعائر خدا ہیں اور واجبات شرعی ہیں۔

اس واجب شرعی کو کسی قیمت اور کسی بھی سبب سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ دشمنانِ اسلام جو اسلام کے لباس میں تھے اور جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور انؑ کی قبر کو مسمار کیا اور انؑ کی قبر کی طرف نہروں کے پانی کا رخ موڑ دیا۔ یہ سب اس لئے تھا کہ اسلام کو تباہ کر دیں لیکن ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے قول و فعل سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کو زندہ رکھا اور زندہ رکھنے کا حکم دیا اور ہمارے آباؤ اجداد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی گردنیں کٹوائیں، ہاتھ پاؤں ہدیہ کئے اور اپنی آنکھیں نکلوائیں لیکن اس واجب شرعی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لہٰذا ہم بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کو زندہ رکھیں گے اور مجالس، جلوس اورماتم کو جاری رکھیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس سے نہیں روک سکتی۔

البتہ کرونا کی وباء جو اس دنیا میں خدا کے عذاب کا نمونہ ہے (العیاذ باللہ) اس سے بچنا بھی ضروری ہے اور جن احتیاطی تدابیر پر ماہر ڈاکٹروں کا اتفاق ہو ہم ان احتیاطی تدابیر کو سامنے رکھیں گے اور ان پر عمل کرتے ہوئے مجالس، جلوس، علم، ذوالجناح، تعزیہ اور گھوارہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شبیہہ کا اہتمام کریں گے اور سڑکوں اور گلیوں میں نکالیں گے۔

پوری دنیا پر واضح رہے کہ فرشتے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اس قمیص کو جو تیروں، تلواروں اور نیزوں سے چھلنی ہو چکی تھی اس کو پہلی محرم کو نشر کرتے ہیں جس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے مخلص شیعوں میں غم پیدا ہوتا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے جو حضرت علی اصغر علیہ السلام کا خون آسمان کی طرف پھینکا گیا تھا اس کا اثر ہمارے چھوٹے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں سب پر ہے اور رہے گا۔

ہم اس عزاداری کو جاری رکھیں گے جب تک حضرت امام زمانہ (عج) کا ظہور نہیں ہوتا اور جب ظہور ہو گا تو اس کے بعد حضرت امام زمانہ (عج) خود اس عزاداری کی رہبری کریں گے اور ہم دنیا کی ہر مصیبت کو (حسینؑ حسینؑ کرنے کے لئے) جھیلنے کے لئے تیار ہیں اور جیسے دنیا دیکھتی ہے کہ میرے جوان بچے آگ پر ماتم کرتے ہوئے چلتے ہیں اور خدا ان کی حفاظت کرتا ہے۔

خدایا امام حسین علیہ السلام کے محبین پر جو ان کی مصیبت کو زندہ رکھتے ہیں ان پر رحمت نازل فرما۔ والسلام

بشیر حسین نجفی

نجف اشرف، عراق

۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ

مباہلہ اہل بیتؑ کی حجیت کی دلیل

مولانا محمد علی غازی نجفی

مقدمہ

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس کائنات میں اپنی توحید اور وجود پر واضح دلائل قائم کیے اور لوگوں کے لئے حق کو اس طرح واضح کرکے بیان کیا کہ کسی کو کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ تاکہ جو نجات پائے وہ دلیل کے ذریعے نجات پائے اور جو ہلاک ہو جائے تو وہ دلیل کے بعد ہلاک ہو جائے، ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ اللہ بندوں کو بغیر کسی دلیل قائم کئے ہلاک کرے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انسان کی ہدایت کے لئے انہی انسانوں میں سے خاص افراد کو منتخب کیا اور ان خاص افراد کو ایسے کمالات سے نوازا کہ وہ خاص افراد دوسرے لوگوں کے لئے اللہ کی حجت قرار پائے اور ان کی اطاعت دیگر لوگوں پر لازم قرار دی اسی طرح یہ سلسلہ رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا اور آپ ﷺ کو اللہ نے آخری رسول قرار دیا اور خاتم النبیین قرار دے کر تا قیامت نبوت کا سلسلہ ختم کیا۔ اب یہاں پر اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کس طرح لوگوں کی ہدایت کا نظام اللہ تبارک و تعالیٰ نے جاری رکھا؟ آیا کوئی نظام دیا یا ہر انسان کو آزادی دی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں زندگی گزاریں۔

ہم اس سوال کے جواب میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد امت کی رہنمائی کے لئے ایک دستور ساز کتاب اور اس کتاب کے رموز و اسرار کو بیان کرنے کے لئے خاص افراد کو منتخب فرمایا ہے جو تا قیامت لوگوں کو صراطِ حق یعنی صراطِ مستقیم کی طرف بلاتے ہیں اور رہنمائی عطا فرماتے ہیں۔

اس مقدمہ کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کی حقانیت پر واضح دلائل پیش فرمائے اور مخالفین کے سامنے قاطع اور یقینی دلائل سے آپ ﷺ کی نبوت کو ثابت فرمایا اور آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے امت کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اہل بیتؑ کو امت کے سامنے پیش کیا اور فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ: كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ. وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو جاؤ گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت اہل بیتؑ ہے اور یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر کے کنارے مجھ سے آملیں۔ (صحیح الترمذی ج ۵، ص ۶۲۱)

رسول خدا ﷺ نے اہل بیتؑ کے بارے میں اپنے اصحاب کے سامنے نصیحت کی اور اہل بیتؑ کی شان و منزلت کو بیان فرمایا اور امت کے سامنے فرداً فرداً دکھایا کہ میرے اہل بیتؑ یہ لوگ ہیں تاکہ کسی کو کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

انہی موارد میں سے ایک اہم ترین مورد واقعہ مباہلہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے ساتھ اہلِ بیتؑ کی حجیت کو ثابت کیا اور دنیا کو بتایا کہ دیکھو جس طرح میں نبی حجت خدا ہوں اسی طرح میرے بیٹے حسن و حسین علیہما السلام اور میری بیٹی فاطمہ اور میرا نفس علیؑ بھی اس زمین پر اللہ کے بندوں پر خدا کی حجت ہیں ۔

واقعہ مباہلہ کا پس منظر:

تمام شیعہ مفسرین اور قدیم سنی مفسرین نے بالاتفاق واقعہ مباہلہ کو اپنی اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے اور اس واقعہ کو اسلامی تاریخ میں ایک اہم ترین واقعہ اور اسلام کی سربلندی قرار دیا ہے اور ساتھ میں اس واقعہ میں موجود کرداروں کو بھی ان کی عظمت اور فضیلت قرار دیا ہے ۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ :

فتح مکہ کے بعد غلبہ اسلام کا دور شروع ہوا اور اسلام نے جزیرہ ہائے عرب سے باہر پھیلنا شروع کیا چنانچہ ہرقل ، روم وغیرہ میں ملوک او رباد شاہوں تک اسلام کی دعوت پہنچ گئی ۔

نجران کے مسیحی ان حالات سے نہایت پریشان تھے کہ اتنے میں ان کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعوتِ اسلام پہنچ گئی ۔ نجران کے مسیحی پادریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم خود یثرب جا کر قریب سے دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ کیا دین لائے ہیں ، چنانچہ السید اور العاقب نامی پادری ابو حاتم مذہبی پیشوا کے ہمراہ یثرب پہنچ گئے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور جب ان کی عبادت کا وقت آگیا تو ناقوس بجا اور انہوں نے مشرق کی جانب رخ کرکے عبادت شروع کر دی ۔ ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دی گئی کہ وہ تحقیق کریں ، تین دن کے بعد حضور ﷺ نے انہیں باقاعدہ دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ مسیحؑ کے بعد آنے والے نبی سے متعلق توریت میں موجود تمام اوصاف آپ ﷺ کے اندر موجود ہیں سوائے ایک کے ۔اور وہ صفت سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ آپ مسیحؑ کو برا بھلا کہتے ہیں ان کی تکذیب کرتے ہیں انہیں بندہ خدا کہتے ہیں ۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں مسیحؑ کی تصدیق کرتا ہوں ، ان پر ایمان رکھتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی مرسل اور عبدِ خدا تھے ۔ انہوں نے دیگر بہت سارے سوالات کئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو تسلی بخش جواب دیے ۔ لیکن نجران کا وفد اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا اور دلیل و برہان کو قبول نہیں کیا ۔

فَمَنْ حاجَّكَ فيهِ مِنْ بَعْدِ ما جاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْناءَنا وَ أَبْناءَكُمْ وَ نِساءَنا وَ نِساءَكُمْ وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكاذِبينَ (العمران ٦١)

آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں گے کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نجران کے مسیحیوں کو آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا: اگر تم لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے ساتھ مباہلہ کروں ۔

اس موقع پر عیسائیوں کے پاس دو ہی راستے تھے یا مباہلہ کریں یا اسلام قبول کرلیں ۔

لہٰذا انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اور اس بات کا فیصلہ کیا کہ اگر کل محمد ﷺ مباہلہ کے لئے نکلتے ہیں تو یہ دیکھنا کہ اگر اپنے ساتھ پیروکاروں کو لاتے ہیں اور اپنی ظاہری شان و منزلت اور افرادی طاقت کے ساتھ آتے ہیں تو ہم مباہلہ کریں گے لیکن اگر وہ تواضع کے ساتھ چند خاص افراد کے ساتھ نکلے تو ہمیں مباہلہ سے گریز کرنا پڑے گا۔

اب ہم تاریخ اور مسلمانوں کی کتبِ احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۲۴ ذوالحجہ کو حق و باطل کے اس عظیم معرکے میں فیصلہ کن نتیجہ کو سامنے رکھتے ہوئے ایمان و یقین کے ساتھ میدان مباہلہ کی صفائی کا حکم دیا اور سیاہ چادر کا خیمہ نصب کرایا ۔ ادھر نجرانی وفد میں السید اور العاقب اپنے دونوں بیٹوں کی معیت میں نکلے اور وفد کے دیگر افراد یعنی قبائل کے سردار بھی بہترین لباس زیب تن کئے بھی ساتھ تھے ۔

دوسری جانب رسول اللہ ﷺ حسین علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر اور حسن علیہ السلام کے ہاتھ پکڑے نکلے ، آپ ﷺ کے پیچھے سیدہ کونین فاطمہ زہراءؑ تھیں اور ان کے پیچھے امیر المؤمنین علیؑ تھے ۔

اس سیاہ چادر کے نیچے جب یہ پانچ تن جمع ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا : میں دعا کروں گا تم لوگ آمین کہنا ۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے السید اور العاقب کو مباہلے کی دعوت دی ۔

ان دونوں نے کہا آپ ﷺ کن لوگوں کو ساتھ لے کر ہمارے ساتھ مباہلہ کر رہے ہیں ؟ حضور ﷺ نے فرمایا "

اباھلکم بخیر اھل الارض ۔

میں روئے زمین پر سب سے افضل لوگوں کو ساتھ لئے تمہارے ساتھ مباہلہ

کر رہا ہوں ۔

یہ دونوں اپنے بڑے پادری کے پاس گئے اور مکمل صورت حال بتائی اور کہا کہ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں ؟

پادری نے تاریخ جملہ کہا کہ : میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ شخص (محمد) ان کو وسیلہ بنا کر خدا سے دعا کرے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو وہ ضرور ہٹ جائے گا۔ خبردار ان کے ساتھ ہر گز مباہلہ نہ کرنا ، ورنہ روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی نہیں رہے گا ۔ چنانچہ نجران کے نصرانی مباہلہ کی جرات نہ کر سکے اور جزیہ دینے پر معاہدہ کر کے واپس چلے گئے ۔

اس واقعہ اور اس واقعہ کے شان نزول کی آیت پر غور کریں تو ہم درج ذیل نکات کو بطورِ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں :

پہلا نکتہ : یہاں پر آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مباہلے میں خاص افراد کو لے جانے کا حکم دیا جس سے ہم یہ بات واضح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ ان خاص افراد کا انتخاب عیسائیوں کے مقابلے میں بطورِ حجتِ خدا کیا گیا تھا ، ویسے بغیر کسی وجہ کے نہیں تھا کیونکہ یہاں پر طرف مقابل یعنی عیسائی ہٹ دھرمی اور حق کے مقابلے میں منکر بن رہے تھے لہٰذا اللہ نے ایسے افراد کو منتخب کرنے کا حکم دیا جو اس مقام ولایت پر فائز ہوں کہ ان کی دعا ردّ نہ ہو سکے ۔

دوسرا نکتہ : یہاں پر دونوں گروہ میں سے ایک کو جھوٹا ثابت کرنا تھا اور اللہ سے یہ دعا کرنی تھی کہ جو جھوٹا ہے اس پر فوراً عذاب نازل ہو جیسا کہ آیتِ کریمہ میں یہ تعبیرات اس بات پر دلالت کرتی ہیں : فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین ۔

مادہ جعل امور تکوینی کے وقوع پذیر ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس عظیم معرکہ میں انہی افراد کو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ لے کر گئے جو تمام تر عیوب سے پاک و منزہ تھے اور مقامِ ولایت پر فائز تھے تاکہ ان سچے بندوں کے مقابلے میں آنے والوں کی تباہی یقینی ہو جائے ۔

تیسرا نکتہ : یہ واقعہ جس طرح اسلام اور رسولِ اسلام ﷺ کی عظمت اور حجیت پر واضح دلیل ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیتؑ کی عظمت اور حجیت پر بھی واضح دلیل ہے اور شیعہ سنی مفسرین نے برملا اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں جن افراد کا ذکر آیا ہے بطورِ مصداق وہ افراد اس امت کے افضل ترین افراد ہیں اور ان کا انتخاب ان کی عظمت وجلالت پر واضح دلیل ہے جیسا کہ سید محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتا ہے :

و دلالتها علی فضل آل اللّه و رسوله صلی اللّه تعالی علیه و سلم مما لا یمتري فیها مؤمن، و النصب جازم الإیمان

آیت کریمہ میں آل پیغمبر ﷺ جو کہ آل اللہ کی فضیلت ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی فضیلت ہے جس میں کوئی مؤمن شک و شبہ نہیں کر سکتا اور دشمنی اہل بیتؑ ایمان کو نابود کر دیتی ہے ۔(روح المعانی ج۳، ص ۱۸۹)

اسی طرح اہل سنت کے محدثین میں سے امام مسلم نیشاپوری اور امام احمد بن حنبل جیسے لوگوں نے بھی واقعہ مباہلہ کو فضائلؑ علیؑ کے باب میں نقل کیا ہے اور تمام شیعہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت نہ صرف شان و منزلت اہل بیتؑ پر دلیل ہے بلکہ اہل بیتؑ کی حجیت پر بھی ایک دلیل ہے ۔

چوتھا نکتہ : آیت کریمہ میں جو تعبیرات آتی ہیں ان ہستیوں کے لئے وہ خود ان ہستیوں کی شان وعظمت کو بیان کرتی ہیں کیونکہ آیت میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن مصداق میں انباء کی جگہ حسینؑ و حسینؑ اور انفس کی جگہ علی مرتضیٰ اور نساء کی جگہ جناب سیدہ فاطمہؑ نظر آتی ہیں حالانکہ ان الفاظ میں وسعت تھی ، رسول خدا ﷺ اپنی ادواج اور دیگر رشتہ داروں کو بھی لے کر جا سکتے تھے ، اپنے اصحاب خاص کو لے کر جا سکتے تھے، مگر آپ ﷺ صرف پنجتن پاکؑ کو لے گئے کیونکہ یہاں پر اسلام کی حقانیت پر حجیت قائم کرنا تھا ، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے صرف اپنے خاص اہل بیتؑ کو ساتھ لے گئے جن کی طہارت کی گواہی اللہ نے دی ہے تاکہ مخالفین اسلام کے سامنے حق کی فتح ہو جائے اور دشمنِ اسلام کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ نے جن افراد کا انتخاب فرمایا ان کے ایمان اور یقین میں کوئی شک و شبہ نہ ہو جائے ۔

پانچواں نکتہ : یہ واقعہ اہل البیتؑ کی عظمت پر اور اہل البیتؑ کی حجیت پر دلیل ہے ۔ علماء و محدثین اسلام کا اس واقعے میں اہل البیتؑ کے انتخاب کو اہل البیتؑ کے فضائل میں شمار کرنا اور اہل البیتؑ کے مخالفین کے سامنے بطور دلیل پیش کرنا ہے اسی طرح خود اہل البیتؑ کا اپنی امامت و حجت پر اسی واقعہ سے استدلال کرنا بھی واضح ہے کہ یہاں پر واقعہ مباہلہ میں اہل البیتؑ کو رسول اللہ ﷺ نے بطورِ حجتِ خدا انتخاب فرمایا ۔

پہلا مورد: صحیح مسلم میں امام مسلم نیشاپوری نے نقل کیا ہے کہ ایک روز کسی نے صحابی رسول ﷺ سعد بن ابی وقاص سے کہا : تم ابو ترابؑ پر سب وشتم کیوں نہیں کرتے ہو؟ اس نے کہا: جب علیؑ کے بارے میں پیغمبر ﷺ کی کہی ہوئی تین باتیں مجھے یاد آتی ہیں تو میں نے اس کام سے صرفِ نظر کر لیا ہے ، ان میں سے ایک یہ تھی کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو پیغمبر اسلام ﷺ نے صرف فاطمہؑ ، حسنؑ ، حسینؑ اور علیؑ کو دعوت دی اور اس کے بعد فرمایا:

---------------- بقیہ ص 16 پر ----

حضرت امام ہادیؑ
اور معارف اسلامی کی حفاظت

مولانا مختار حسین توسلی النجفی

بارہویں معصوم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کے دسویں جانشین حضرت امام ہادی علیہ السلام کے زمانے میں مختلف کلامی اور باطل گروہ جیسے معتزلہ، اشاعرہ، غالی، صوفی اور واقفی وغیرہ نے زور پکڑا، جس کی وجہ سے بہت سے انحرافی افکار و نظریات اسلامی معاشرہ میں پیدا ہوگئے اور باقاعدہ ان پر بحثیں ہونے لگیں جیسے جبر و تفویض، خدا کی رویت و عدم رویت، خدا کے لیے ثبوت جسم و عدم ثبوت جسم اور قرآن کے حادث اور قدیم ہونے (یعنی قرآن مجید کے مخلوق ہونے اور نہ ہونے کی بحث) وغیرہ پر خوب جھگڑا اور فساد ہونے لگا، چنانچہ اسلامی معارف کے ارشاد و ابلاغ کی راہ میں حکمرانوں کی جانب سے پیدا کردہ مشکلات کے علاوہ یہ باطل گروہ بھی رکاوٹ بن گئے۔

ان غلط افکار و نظریات کو بڑھاوا دینے کا غاصب حکمرانوں کا اصل ہدف اور مقصد یہی تھا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کو ان لا یعنی ابحاث میں الجھا کر رکھیں، تاکہ وہ خود آزادانہ طور پر جو چاہیں کرتے پھریں اور کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو، چنانچہ انہی کی ایما پر امام ہادی علیہ السلام سے ان باطل آراء و نظریات کے بارے میں بہت زیادہ سوالات ہونے لگے، امام عالی مقام نے اپنے مناظروں اور مکاتبوں میں ان آراء و نظریات کے بطلان کو واضح دلائل اور قطعی براہین کے ذریعے ثابت کیا۔

نظریہ جبر و تفویض کی رد :

جبر و تفویض کے نظریات امام ہادی علیہ السلام کے زمانے سے پہلے عالم اسلام میں پیدا ہوگئے تھے اور یہ بات مشہور تھی کہ خداوند متعال کی مرضی کے بغیر کوئی پتہ بھی نہیں ہلتا تو انسان کیا ہلے گا۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو انسان کا قیاس پتے پر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ پتے نباتات میں سے ہیں جو شعور و ارادہ نہیں رکھتے جبکہ انسان عقل و شعور رکھنے کے علاوہ صاحب ارادہ بھی ہے، لیکن ظالم و جابر حکمرانوں کو اپنے ناپاک عزائم کو چھپانے کے لئے نظریہ جبر کا سہارا لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا انہوں نے حکومتی سرپرستی میں درباری مُلاوں کے ذریعے اس نظریے کی خوب ترویج کی، چنانچہ انہیں مال و دولت اور مقام و منصب سے نوازا تاکہ وہ اس سلسلے میں بڑی عرق ریزی سے کام کریں۔

اسی طرح بعض لوگوں نے عقیدہ تفویض کو تقویت پہنچائی تاکہ کچھ منظور نظر شخصیات کی شان و منزلت کو بڑھایا جائے، اس پُر فتن دور میں امام ہادی علیہ السلام نے لوگوں کی ہدایت و رہبری کے فریضے کو زمانے کے حالات اور تقاضوں کے مطابق انجام دیا اور آپ نے ان کی درست راستے کی سمت رہنمائی کی، اس سلسلے میں امام عالی مقام نے اپنے آبا و اجداد کی تعلیمات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

لا جبرَ ولا تفويضَ ولكنْ أمرٌ بينَ أمرَيْنِ " اسلام میں نہ جبر ہے اور نہ تفویض، بلکہ ان دونوں کا درمیانی راستہ ہی درست ہے۔

غالیوں سے مبارزہ:

امام ہادی علیہ السلام نے اپنے حکیمانہ گفتار اور مدبرانہ رفتار سے آئمہ معصومین علیہم السلام خصوصا امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق افراط

سے کام لینے والے اس باطل گروہ کے انحرافی افکار و نظریات کو رد کر دیا اور اپنے حقیقی دوستوں کو ان غُلات سے جہاں تک ممکن تھا دور رکھا۔

امام عالی مقام کے ماننے والوں میں سے ایک نے غالیوں کے باطل اور انحرافی افکار و نظریات کے بارے میں امام کو خط ارسال کیا، اس نے لکھا:

مولا میں آپ پر قربان جاؤں، علی ابن حسکہ کا عقیدہ ہے کہ آپ اس کے ولی اور قدیم خدا ہیں وہ خود کو آپ کی طرف سے لوگوں میں معین نبی سمجھتا ہے اور آپ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، امام نے اس خط کے جواب میں ارشاد فرمایا: علی ابن حسکہ نے جھوٹ بولا ہے، میں اسے اپنے دوستوں میں شمار نہیں کرتا، ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین بھی خدا کے بندے ہیں اور اس سے شرک نہیں کرتے، ہم اللہ تعالی کی اطاعت کی صورت میں اس کی رحمت کے حقدار قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ہم پر اور تمام مخلوقات پر اتمام حجت کیا ہے، جو افراد ایسی بری باتیں زبان پر جاری کرتے ہیں میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں، ان پر اللہ تعالی کی لعنت ہو، تم لوگ بھی ان سے بیزاری کا اظہار کرو، ان کی تکذیب کرو۔

(مجلسی، بحار الانوار ج: ۵۲، ص: ۶۱۳-۷۱۳)

امام ہادی علیہ السلام کے دور کا مشہور غالی فارس ابن حاتم قزوینی پہلے تو امام علی نقی علیہ السلام کے چاہنے والوں میں سے تھا، اور اپنے علاقے میں امام کا نمائندہ تھا، لیکن بعد میں اس کے ذہن میں فطور پیدا ہوا چنانچہ اس نے آئمہ معصومین علیہم السلام کے متعلق غلو سے کام لینا شروع کیا بلآخر کفرآمیز عقائد و نظریات کا موجد بن گیا اور لوگوں کو اپنے باطل افکار خیالات کے ذریعے گمراہ کرنا شروع کر دیا، اس نے امام کی مرضی کے بغیر لوگوں سے وجوہات شرعیہ وصول کرکے ان کو اپنی مرضی سے دین کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا، کیونکہ وہ لوگوں میں امام کا نمائندہ مشہور تھا، چنانچہ وہ بھی اسے وجوہات شرعیہ دیتے تھے۔

فارس ابن حاتم غلو کے راستہ پر اتنا آگے چلا گیا اور اس نے بعض سادہ لوح لوگوں کو منحرف کرکے اتنا فتنہ اور فساد برپا کیا کہ امام ہادی علیہ السلام کی طرف سے اس کے کفر اور ارتداد کا حکم ان الفاظ میں آیا: هذا فارس - لعنه الله - یعمل من قبلی فتانا داعیا الی البدعة، و دمه هدر لكل من قتله، فمن هذا الذی یریحنی منه یقتله و انا ضامن له علی الله الجنة، یعنی یہ فارس۔ اس پر اللہ تعالی کی لعنت ہو۔ خود کو میرا نمائندہ سمجھتا ہے حالانکہ وہ مسلمانوں میں بدعت، تفرقہ، فتنہ اور فساد برپا کرنے والا ہے، اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے، وہ واجب القتل ہے، جو بھی اسے قتل کرے گا اور لوگوں کو اس کے شر سے نجات دے گا اس کی جنت کا میں ضامن ہوں۔

(الخوی، معجم رجال الحدیث، ج: ۴۱، ص: ۹۵۲)

صوفیت سے مقابلہ:

محمد ابن ابی خطاب نقل کرتا ہے: میں امام علی نقی علیہ السلام کے چند دوستوں کے ساتھ مسجد النبی میں امام کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں صوفیوں کی جماعت مسجد میں وارد ہوئی، وہ ایک دوسرے کے گرد حلقہ بناکر "لاالہ الا اللہ" کے ذکر میں مشغول ہو گئے، امام عالی مقام نے ہماری طرف رخ کرکے ارشاد فرمایا: لا تلتفتوا إلى هؤلاء الخداعين، فإنهم خلفاء الشياطين و مخربوا قواعد الدين يتزهدون لراحة الأجسام و يتهجدون لتعبيد الأنعام ----

یعنی ان ریاکاروں اور دھوکہ بازوں پر توجہ نہ دو، یہ شیطان کے چیلے ہیں، یہ دین کے قوانین کو خراب کرنے والے ہیں، یہ دنیا کی آسائش حاصل کرنے کیلئے زہد کا ڈھونگ رچانے والے ہیں، اچھی اور مزیدار غذائیں کھانے کی لالچ میں راتوں کو جاگنے والے ہیں، اس کے بعد امام نے فرمایا: فمن ذهب إلى زيارة أحد منهم حيا و ميتا فكأنما ذهب إلى زيارة الشيطان و عبدة الأوثان۔

جو بھی ان میں سے کسی کی ملاقات یا زیارت کو ان کی زندگی میں یا مرنے کے بعد گیا وہ ایسے ہے جیسے شیطان اور بت پرستوں سے ملاقات کرنے چلا گیا، جب امام کا کلام یہاں تک پہنچا، تو امام عالی مقام سے ایک چاہنے والے نے عرض کی: مولا اگر وہ امامت کو مانیں اور آپ کے حق کا اعتراف کریں تو پھر کیا ہے۔؟

امام نے جلالت سے اسے دیکھا اور فرمایا: اس باطل تصور کو چھوڑ دو، جو ہماری امامت کو مانے گا وہ ہماری مرضی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا، کیا تمہیں پتا نہیں کہ پست ترین گروہ صوفی ہیں۔

امام نے اس کے بعد فرمایا: والصوفية كلهم من مخالفينا، و طريقتهم مغايرة لطريقتنا، و إن هم إلا نصارى و مجوس هذه الامة اولئك الذين يجهدون فی اطفاء نور الله والله يتم نوره و لو كره الكافرون، یعنی سارے کے سارے صوفی ہمارے مخالف ہیں، ان کا راستہ ہم سے جدا ہے وہ اس امت کے نصاری اور مجوسی ہیں، یہ وہی ہیں جو اللہ کے نور کو خاموش کرنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرکے ہی رہے گا اگرچہ کافروں پر کتنا ہی گراں کیوں نہ گزرے۔

(القمی، الشیخ عباس ، سفینة البحار، طبع جدید، ج : ۵، ص : ۹۹۱ و ۰۰۲ ، مکتبۃ مدرسۃ الفقاھۃ کی ویب سائٹ سے ماخوذ)

واقفیہ سے مقابلہ :

واقفیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام موسی کاظم علیہ السلام آخری امام ہیں لہٰذا زندہ ہیں، امام ہادی علیہ السلام نے اس گروہ کے مقابلے میں بھی ٹھوس موقف اختیار فرمایا اور اس کے باطل افکار و نظریات کو پھیلنے سے روکا، امام حسن عسکری علیہ السلام کے دور میں امام عالی مقام کے شیعوں میں سے کسی نے آپ کو خط لکھ کر پوچھا: مولا میں آپ پر قربان ! آپ ان لوگوں کو جانتے ہیں کیا نماز کے قنوت میں ان پر لعنت کرنی چاہئے؟ امام نے جواب میں لکھا : نعم ! اقنت علیھم فی صلاتک، جی ہاں ! نماز کی قنوت میں ان پر لعنت کرو۔

(مجلسی ، بحارالانوار ج : ۴۸، ص : ۲۰۲ – ۳۰۲)

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو درپیش مشکلات میں سے ایک یہ تھی کہ دشمن ان کے ماننے والوں کو راہ راست سے برگشتہ کرنے کے لیے ان کے درمیان مختلف انحرافی گروہ پیدا کرتے پھر ان کے درمیان اختلافات پیدا کرتے، چنانچہ شیعوں کے مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیلے ہوئے ہونے کی وجہ سے آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیے ان کی رہنمائی کرنا دشوار ہوجاتا تھا، کیونکہ وہ ہمیشہ ظالم و جابر حکمرانوں کے زیر عتاب اور قید و بند میں رہتے تھے یہی مشکل امام ہادی علیہ السلام کو بھی درپیش تھی شیعہ مخالف گروہ اور شیعہ دشمن مسالک اپنی طرف سے مختلف انحرافی افکار و نظریات کو بڑھاوا دیتے اور ان کے درمیان اختلافات کو مزید ہوا دیتے تھے، امام عالی مقام کے دور امامت میں حالات اتنے گھمبیر ہو گئے تھے کہ دشمنوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت زراریہ، عمّاریہ اور یعفوریہ نامی مذاہب بنا دئے اور انہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے بزرگ اصحاب یعنی زرارہ بن اعین ، عمار ساباطی اور ابن ابی یعفور سے منسوب کرتے ہوئے شیعہ مذاہب قرار دیا۔

متوکل عباسی نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی لوگوں کو مختلف قسم کے فتنوں میں الجھانے کے لئے رویت خداوند متعال اور خلق قرآن جیسے نظریات کی ترویج شروع کر دی تاکہ لوگ آپس میں دست و گریباں رہیں اور حکومتی مظالم کی طرف متوجہ نہ ہونے پائیں، چنانچہ اس نے مختلف مساجد میں سرکاری خطیب مقرر کر دئے اور انہیں تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ وہ رویت پروردگار اور خلق قرآن کے عقائد کو زیادہ سے زیادہ بیان کریں اور امت کو اختلافات میں الجھا دیں، جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ ظالم و جابر حکمرانوں کا ان باطل عقائد کو ترویج دینے کا مقصد ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو ان کے جوابات دینے میں مصروف رکھنا تھا تاکہ وہ خود بغیر کسی رکاوٹ کے جو چاہیں کرتے پھریں۔

امام ہادی علیہ السلام کے زمانے تک غاصب حکمرانوں کا طرز عمل رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت و کردار سے بہت مختلف ہوچکا تھا اور امام عالی مقام عباسی حکمرانوں کے ظلم و بربریت کے اس دور میں معارف اسلامی کے تحفظ کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اللہ کی خاصہ مدد اور تائید سے اس گھٹن کے ماحول میں بھی کشتی دین کو ساحل تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے اور آپ نے ہدایت و رہبری اور ارشاد و ابلاغ کے عصری تقاضوں کو سامنے رکھ کر اسلامی معارف و تعلیمات کی نشر و اشاعت میں بنیادی اور فیصلہ کن کردار ادا کیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ مختلف انحرافی افکار و نظریات اسلامی معاشرے میں در آئے تھے اور عام مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ گویا امامت کا نظام مغلوب ہوچکا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان باطل خیالات و نظریات کے مقابلے میں امام ہادی علیہ السلام نے بھرپور علمی جہاد کیا، یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی علمی خدمات کے گرانقدر آثار ہمارے درمیان موجود ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ امام ہادی علیہ السلام کے دور میں امامت کا نظام مغلوب ہو چکا تھا حقائق کے برخلاف ہے۔

امام ہادی علیہ السلام نے نامساعد حالات کے باوجود دو محاذوں پہ لڑا، ایک طرف ان باطل عقائد و نظریات کا مقابلہ کیا دوسری طرف غاصب حکمرانوں کو دین کے ساتھ کھلواڑ کرنے نہیں دیا، اس دور میں امام عالی مقام نے بہترین حکمت عملی کے تحت اپنے ماننے والوں کو ان ابحاث سے دور رکھا چنانچہ انہوں نے آپ کے فرمان کے مطابق خاموشی اختیار کرلی، امام عالی مقام نے اپنے ایک ماننے والے کے خط کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس سلسلے میں اظہار خیال نہ کرو اور قرآن مجید کے مخلوق ہونے اور نہ ہونے کے فریقوں میں سے کسی فریق کی جانبداری نہ کرو، امام ہادی علیہ السلام کے اس اقدام کی بنا پر مکتب اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والے اس لاحاصل بحث میں الجھنے سے محفوظ رہے، یہی وجہ ہے کہ ظالم و جابر حکمران آپ کے خون کے پیاسے اور جان کے درپے ہوگئے اور بالآخر متوکل کے بیٹے معتز باللہ نے ۳ رجب المرجب ۴۵۲ ھ میں آپ کو زہر دغا شہید کردیا۔

امام ہادی علیہ السلام پر ہمارا لاکھوں درود و سلام ہو اور آپ پر ظلم و ستم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔

مدنیۃ — سُورَةُ الإنسَان — اٰیاتہا ۳۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ﴿١﴾ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٢﴾ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

سورہ دہر یعنی سورہ انسان کے فضائل اور مضامین

مولانا ابو فاطمہ النجفی

رسول اسلام ﷺ اپنی امت کو گمراہی اور ضلالت سے محفوظ رکھنے کے لیے متفق علیہ حدیث ثقلین کے مطابق دو چیزوں کو چھوڑ کر گئے ہیں ، ایک کتاب خدا اور دوسری عترت و اہل البیت (علیہم السلام) ۔جو شخص ان دونوں سے متمسک رہے گا وہ ہدایت پہ ہوگا اور کبھی گمراہ نہیں ہوگا ۔ اسی کتاب خدا اور اہل بیت علیہم السلام سے متمسک رہنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے کلام کو سمجھا جائے اور اس کے بعد عمل کیا جائے ۔

یہاں پر اللہ تعالی کی لاریب کتاب قرآن مجید کی ایک سورہ دہر کا اجمالی تعارف بیان کیا جائے گا تاکہ آسانی کے ساتھ ہم سورہ کے مضامین کو سمجھ سکیں .

اس سورہ کے درج ذیل اسماء ہیں ۔ سورہ انسان ، دھر ، ھل اتی ، ابرار اور امشاج ۔

یہ سورہ قرآن مجید کا ۷۶ واں سورہ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۹۸ واں سورہ ہے اور اس کی ۳۱ آیات ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ سورہ مدنی ہے ۔

اس سورہ کی فضیلت کے باب میں رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ هَلْ أَتَى كَانَ جَزَاؤُهُ عَلَى اللَّهِ جَنَّةً وَ حَرِيرا (مستدرك الوسائل ج ۴ ص ۳۵۵)

اور جس شخص نے سورہ ھل اتی کی تلاوت کی تو اللہ اسے اجر و ثواب میں جنت اور ریشمی کپڑے عطا کرے گا۔

اور اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ :

مَنْ قَرَأَ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ فِي كُلِّ غَدَاةِ خَمِيسٍ زَوَّجَهُ اللَّهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ ثَمَانِمَائَةِ عَذْرَاءَ وَ أَرْبَعَةَ آلَافِ ثَيِّبٍ وَ حَوْرَاءَ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَ كَانَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ (تفسير نور الثقلين ج ۵، ص ۴۶۷)

جو شخص جمعرات کی صبح سورہ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ کی تلاوت فرمائے گا تو اللہ تعالی اس کی آٹھ سو باکرہ حور العین اور چار ہزار ثوبیہ اور حور العین سے تزویج فرمائے گا اور (جنت میں) محمد ﷺ کے ساتھ ہوگا ۔

اس ثواب کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس سورہ کے مضامین کو سمجھیں اوراس پر عمل کریں اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو قیامت کے دن کف افسوس ہی ملیں گے ۔

اس سورہ کے مضامین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔

پہلا حصہ : ابتدا سے آیت چار تک :

اس حصہ میں انسان کی تخلیق ، مقصد خلقت اور کفران نعمت کرنے والوں کا انجام مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور انسان کو اپنی حیثیت اور اوقات یاد دلائی گئی ہے کہ اے انسان اس وقت کو یاد کرو جب تم کچھ بھی نہ تھے اور ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ۔ دیکھنے اور سننے والا بنایا اور راستے کی ہدایت کی اب اس انسان کی مرضی ہے کہ شاکر بنے یا کافر؟

دوسرے الفاظ میں یہ آیات ہمیں دعوت دے رہی ہیں کہ اپنے آپ کو پہچانیں تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے مالک و رازق کو پہچاننے میں دشواری پیش نہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (بحار الانوار ج ۲ ص ۳۲)

جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

دوسرا حصہ : آیت پانچ سے آیت بائیس تک :

فضائل اہل بیت علیہم السلام پر مشتمل ہے ۔

قرآن مجید میں مختلف مواقع پر اہل البیت علیہم السلام کی شان میں آیات نازل ہوئی ہیں جیسے آیت تطہیر ، مباہلہ اور مودت ،اہل ذکر وغیرہ اسی طرح یہ چند آیات ایک عظیم واقعہ کی یاد کو تازہ کرتی ہیں تفسیر صاحب الکشاف زمخشری نے آیات کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ : ابن عباس سے روایت ہے کہ حسن و حسین (علیہا السلام) مریض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چند لوگوں کے ہمراہ عیادت کے لیے آئے۔ لوگوں نے کہا: اے ابوالحسن ! اپنے بیٹوں کی خاطر نذر مان لیں۔ چنانچہ علیؑ فاطمہؑ اور ان کی کنیز فضہ نے نذر مانی کہ اگر حسنین (علیہا السلام) شفایاب ہو جائیں تو تین دن روزہ رکھیں گے۔ چنانچہ حسنین (علیہا السلام) شفایاب ہوئے لیکن ان کے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ علی (ع) نے شمعون خیبری یہودی سے تین صاع جو قرض لیا۔ چنانچہ فاطمہ (س) نے ایک صاع جو پیس لیا اور پانچ روٹیاں پکائیں اور ان کے سامنے افطار کے لیے رکھ دیں تو ایک سائل ان کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا:

السلام علیکم أهل بیت محمد، مسکین من مساکین المسلمین، أطعمونی أطعمکم اللّه من موائد الجنة

السلام علیکم اہل بیت محمد ! میں مسلمانوں کے مساکین میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلائیں۔ اللہ آپ کو جنت کے دسترخوان سے اطعام کرے۔ چنانچہ سب نے اس مسکین کو ترجیح دی اور صرف پانی پر افطار کیا اور دوسرے دن روزہ رکھا۔ دوسرے دن بھی جب افطار کے لیے بیٹھ گئے تو ایک یتیم نے سوال کیا تو سارا کھانا اس یتیم کو دیا۔ تیسرے دن ایک اسیر نے سوال کیا تو سارا کھانا اس اسیر کو دیا۔ چنانچہ علی علیہ السلام اور حسن اور حسین (علیہا السلام) کے ہاتھ پکڑ کر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں گرسنگی کی وجہ سے لرزتے دیکھا تو فرمایا: جو حال تمہارا میں دیکھ رہا ہوں اس سے میں شدید متاثرہوا ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے ہمراہ گئے تو دیکھا حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) محراب عبادت میں گرسنگی کی حالت میں اور آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سے متاثر ہوئے۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا یہ لیجیے اپنے اہل بیت کے بارے میں آپ کو مبارک ہو۔ پھر یہ سورہ پڑھ کر سنایا۔ (تفسیر الکشاف ج ۴ ص ۶۷۰) (اور اسی طرح یہ واقعہ ان کتب میں موجود ہے : شواہد التنزیل ۲: ۴۹۳۔ غایۃ المرام ص ۳۶۸۔ تفسیر فرات ص ۱۹۶۔ امالی صدوق حدیث ۱۱ مجلس ۴۴)

اس واقعہ سے ہمیں ایک درس ملتا ہے کہ ہم اگر چاہتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام سے متمسک رہیں تو ہمارے لیے لازمی ہے کہ ہم ان عظیم ہستیوں کی سیرت پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور یتیم پروری ، غریب پروری کو ترجیح دیں اوراس نیک عمل کا ثواب انسان کی سوچ سے بلند ہے لازمی ہے کہ حلال کمائی سے اور خلوص کے ساتھ دیا جائے ۔

اللہ تعالیٰ نے اس ایثار و قربانی کے صلے میں اہل بیت علیہم السلام کو عظیم سلطنت سے نوازا ہے اسی سورہ کی آیت بیس میں ارشاد رب العزت ہے کہ : وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ترجمہ : اور آپ جہاں بھی نگاہ ڈالیں گے بڑی نعمت اور عظیم سلطنت نظر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت اہل بیت علیہم السلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

تیسرا حصہ : دو آیات تیئیس سے چوبیس تک پر مشتمل ہے

رسول اسلام ﷺ کو اپنے مشن پر قائم و دائم رہنے کے لیے صبر کی تلقین کی گئی ہے ۔ سب سے پہلے قرآن کریم کے تنزیل یعنی تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہونے کا ذکر ہے جو تیئیس سالوں کے عرصہ میں وقتاًفوقتاً نازل ہوا ۔ جسے نزول تدریجی سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کو اس طریقے سے کیوں نازل کیا گیا انہی اسباب کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے تاکہ رسول خدا ﷺ اپنے رب کے حکم پر صبر اور استقامت دکھائیں ۔

چوتھا حصہ : دو آیات پچیس اور چھبیس پر مشتمل ہے:

نمازوں کے مختصر اوقات اور نماز شب کا بیان ،ارشاد رب العزت ہے کہ:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا . وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا

ترجمہ : اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں۔ اور رات کے ایک حصے میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجایا کریں اور رات کو دیر تک تسبیح کرتے رہا کریں۔

نماز تہجد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فرض تھی۔اور مسلمانوں پر مستحب قرار دی گئی ہے اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت ہے یہاں پر صرف دو روایات پر اکتفاء کرتے ہیں ۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے:

قیام اللیل مصحة للبدن و مرضاة للرب عزوجل و تعرض للرحمة و تمسک باخلاق النبیّین ۔ (الخصال ۲: ۶۱۲) رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا صحت بدن اور خوشنودی رب اور رحمت کا موجب اور انبیاء کے اخلاق سے متمسک ہونے کا ذریعہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

ثَلَاثٌ هُنَّ فَخْرُ الْمُؤْمِنِ وَ زَيْنُهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ الصَّلَوةُ فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَ يَأْسُهُ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ وَ وَلَايَتُهُ الْإِمَامَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ (الکافی ۸: ۲۳۴)

تین چیزیں مؤمن کے لیے باعث افتخار اور دنیا و آخرت کی زینت ہیں: آخر شب کی نماز، لوگوں کے مال سے بے نیازی، آل محمد میں سے امام کی ولایت میں اطاعت۔

آخری حصہ :

اس دنیا میں دو قسم کے لوگ رہتے ہیں ایک صبر اور استقامت سے کام لیتے ہیں اوریہی کامیاب ہیں اور دوسری قسم عجلت پسند ہیں اور یہ لوگ آخرت کے گھر کو بھلا دیتے ہیں ۔

اور آخری دو آیات سے پہلے ایک دفعہ پھر انسان کو اپنی خلقت یاد دلائی جارہی ہے کہ اے انسان ہم نے تمھیں پیدا کیا اور تمہارے جوڑوں کو مضبوط کیا ۔نتیجہ میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنی خلقت میں اور ان نشانیوں میں غور و فکر کریں !غور و فکر بہت بڑی عبادت ہے۔

انسانی ارادہ اللہ کے ارادہ کے مقابلے میں ہیچ ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں تو لازمی ہے کہ ہمارا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے نہ ٹکرائے ۔ اور اسی طرح حق اور باطل ۔ نیک اور بد کے راستوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا انسان کا کام ہے ۔

آخر میں اس مقالہ کا اختتام امام زمانہ عج کی روایت پر کرتے ہیں کہ جو آپ علیہ السلام نے اس آیت(وَ ما تَشاؤُنَ إِلَّا أَنْ يَشاءَ اللَّهُ اور تم نہیں چاہتے ہو مگر وہ جو اللہ چاہتا ہے) کی تلاوت سے پہلے فرمایا :

عن القائم عليه السلام انّه سئل عن المفوّضة قال كذبوا بل قلوبنا اوعية لمشيئة اللّه عزّ و جلّ فإذا شاء شئنا ثمَّ تلا هذه الآية (تفسير صافى ج ۵ ص ۲۶۶)

مروی ہے کہ حضرت امام زمانہ سے فرقہ مفوضہ کے بارے میں دریافت کیا گیا (جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے سرکار محمد وآل محمد کو پیدا کرکے تمام امور کی انجام دہی اور نظام کائنات ان کے حوالے کردیا ہے ؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا یہ جھوٹے ہیں ایسا نہیں ہے (خود اللہ ہی یہ سب کام انجام دیتا ہے اس نے یہ امور کسی کے سپرد نہیں کیے۔) ہاں البتہ ہمارے دل اللہ کی مشیت کا ظرف ہیں۔ لہٰذا جب اللہ کچھ چاہتا ہے تو ہم بھی وہی چاہتے ہیں اس کے بعد امام علیہ السلام نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں کتاب خدا خصوصا سورہ ابرار کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

اللهم صل على محمد و آل محمد و عجل فرجهم۔

بقیہ : مباہلہ اہل بیتؑ کی حجیت کی دلیل

اللھم ھؤلاء اھلی یعنی اے خدایا یہ میرے نزدیکی خواص ہیں ۔ (صحیح مسلم ج ۷ ، ص ۱۲۰)

اس روایت سے یہ بات ہم سمجھ سکتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کی نگاہ میں واقعہ مباہلہ میں شریک ہونے والوں کا خاص مقام تھا جس کی وجہ سے باقی اصحاب اور رسول اللہ ﷺ کے قرابتداروں میں ان کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔

دوسرا مورد: امیر المؤمنین علیہ السلام نے شوریٰ کے موقع پر اپنے آپؑ کو دوسروں سے زیادہ مستحق خلافت ثابت کرتے ہوئے استدلال فرمایا:

أَنْشُدُكُمُ اللَّهَ هَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ص بِيَدِهِ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ غَيْرِي فَقَالُوا اللَّهُمَّ (كنز الفوائد ؛ ج2 ؛ ص88)

بخدا یہ بتاؤ تم لوگوں میں کیا میرے علاوہ کوئی ایسا فرد ہے جسے اللہ نے نفس نبی قرار دیا ہو ؟ جس کے بیٹوں کو رسول خدا ﷺ کے بیٹے اور جس خاتون کو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی قرار دیا ہو ؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں ۔

اسی طرح امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ نے بھی اپنے مخالفین کے ساتھ بطور حجت اس واقعہ سے استدلال کیا ہے جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ واقعہ مباہلہ اہل البیتؑ کی حجیت پر واضح دلیل ہے اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ جس میں اہل البیتؑ پر کسی کو شراکت حاصل نہیں اور ایسا شرف ہے جو اس سے پہلے نہ کسی کو حاصل ہوا اور نہ حاصل ہوگا۔

مہمان نوازی اور اہل البیت علیہم السلام

(حصہ سوم)

مولانا شہباز حسین مہرانی نجفی

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام کی مہمان نوازی

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام مہمان نوازی کو پسند فرماتے تھے آپ علیہ السلام سے مروی ہے کہ

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ إِطْعَامُ الضَّيْفِ وَ الصَّوْمُ بِالصَّيْفِ وَ الضَّرْبُ بِالسَّيْفِ(مستدرک الوسائل ج ۱۶ ص ۲۵۹)

مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں ایک مہمان کو کھانا کھلانا اور دوسرا گرمی کے روزے اور تیسرا تلوار کے ساتھ جہاد ۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام مہمان نوازی کے لیے تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :

وَاللَّهَ اللَّهَ فِي الضَّيْفِ لَا يَنْصَرِفَنَّ إِلَّا شَاكِراً لَكُم (دعائم الاسلام ج ۲ ص ۳۵۲)

مہمان کے بارے میں اللہ سے ڈرو ، (جب آپ کے پاس مہمان آئے تو) آپ کا شکر کرتے ہوئے واپس جائے ۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام کی زندگی کے بہت سارے ایسے واقعات ہیں جو انسان کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل واقعہ بہت تعجب میں ڈالنے والا ہے کیسے امیر المومنین علیہ السلام اپنے چاہنے والوں کو درس تواضع اور مہمان کی خاطر تواضع کیسے کرنی چاہیے ، یہاں تک مہمان کے ہاتھ دھلا کر مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کا سبق یاد کروادیا ۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے کہ :

وَ لَقَدْ وَرَدَ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع أَخَوَانِ لَهُ مُؤْمِنَانِ: أَبٌ وَ ابْنٌ، فَقَامَ إِلَيْهِمَا وَ أَكْرَمَهُمَا، وَ أَجْلَسَهُمَا فِي صَدْرِ مَجْلِسِهِ، وَ جَلَسَ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، ثُمَّ أَمَرَ بِطَعَامٍ، فَأُحْضِرَ فَأَكَلَا مِنْهُ، ثُمَّ جَاءَ قَنْبَرٌ بِطَسْتٍ، وَ إِبْرِيقٍ [مِنْ] خَشَبٍ، وَ مِنْدِيلٍ لِلْيُبْسِ، وَ جَاءَ لِيَصُبَّ عَلَى يَدِ الرَّجُلِ مَاءً.

فَوَثَبَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فَأَخَذَ الْإِبْرِيقَ- لِيَصُبَّ عَلَى يَدِ الرَّجُلِ، فَتَمَرَّغَ الرَّجُلُ فِي التُّرَابِ- وَ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُ يَرَانِي وَ أَنْتَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى يَدِي قَالَ: اقْعُدْ، وَ اغْسِلْ يَدَيْكَ- فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَرَاكَ وَ أَخَاكَ الَّذِي لَا يَتَمَيَّزُ مِنْكَ وَ لَا يَتَفَضَّلُ عَنْكَ وَ يَزِيدُ بِذَلِكَ فِي خَدَمِهِ- فِي الْجَنَّةِ مِثْلَ عَشَرَةِ أَضْعَافِ عَدَدِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ فِي مَمَالِكِهِ فِيهَا. فَقَعَدَ الرَّجُلُ.

فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ ع: أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ بِعَظِيمِ حَقِّيَ الَّذِي عَرَفْتَهُ وَ بَجَّلْتَهُ، وَ تَوَاضُعِكَ لِلَّهِ حَتَّى جَازَاكَ عَنْهُ بِأَنْ نَدَبَنِي- لِمَا شَرَّفَكَ بِهِ مِنْ خِدْمَتِي لَكَ- لَمَّا غَسَلْتَ مُطْمَئِنّاً كَمَا كُنْتَ تَغْسِلُ- لَوْ كَانَ الصَّابُّ عَلَيْكَ قَنْبَراً. فَفَعَلَ الرَّجُلُ [ذَلِكَ]. فَلَمَّا فَرَغَ، نَاوَلَ الْإِبْرِيقَ مُحَمَّدَ ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ وَ قَالَ: يَا بُنَيَّ لَوْ كَانَ هَذَا الِابْنُ حَضَرَنِي دُونَ أَبِيهِ- لَصَبَبْتُ [الْمَاءَ] عَلَى يَدِهِ، وَ لَكِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَأْبَى أَنْ يُسَوَّى بَيْنَ ابْنٍ وَ أَبِيهِ- إِذَا جَمَعَهُمَا مَكَانٌ، لَكِنْ قَدْ صَبَّ الْأَبُ عَلَى الْأَبِ، فَلْيَصُبَّ الِابْنُ عَلَى الِابْنِ. فَصَبَّ مُحَمَّدُ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ عَلَى الِابْنِ.

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ع: فَمَنِ اتَّبَعَ عَلِيّاً ع عَلَى ذَلِكَ فَهُوَ الشِّيعِيُّ حَقّاً (التفسیر المنسوب الی الامام الحسن العسکری علیہ السلام ص ۳۲۶)

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام کے پاس دو مومن بھائی باپ اور بیٹا آئے ۔ مولا علی علیہ السلام ان کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان سے عزت و اکرام سے پیش آئے اور ان دونوں کو صدر مجلس میں بیٹھایا اور خود آپ علیہ السلام ان کے سامنے بیٹھ گئے اور کھانا لانے کا حکم دیا پھر طعام لایا گیا

ان دونوں نے کھایا اور اس کے بعد قنبر (مولا علی علیہ السلام کا خادم) ہاتھ دھلوانے کے لیے ایک طشت ۔خلال کرنے کے لیے لکڑی اور ہاتھ خشک کرنے کے لیےتولیہ لے آیاتاکہ ان کے ہاتھ دھلائے لیکن مولا علی علیہ السلام نے قنبر سے جلدی میں وہ برتن لے لیا تاکہ اس مرد (باپ) کے ہاتھ دھلائے ، وہ زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا : اے امیر المومنین اللہ تعالی مجھے دیکھ رہا ہے اور آپ میرے ہاتھوں پر پانی ڈالیں گے ۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ : آپ اٹھیں اور ہاتھ دھوئیں پس اللہ تعالی تمھیں اور بھائی کو دیکھ رہا ہے اور تمہارا بھائی تمہارے اور اپنے درمیاں فرق محسوس نہیں کرتا اور تم پر اپنے آپ کو فضیلت نہیں دیتا اور بہشت میں دنیاکے مردوں کی نسبت دس گنا زیادہ خدمت کی جائے گی اور اتنی مقدار میں غلام ہوں گے ۔ وہ مرد زمیں سے اٹھا اور امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں تمہیں اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں جو تم جانتے ہو اور تمہارا تواضع اللہ تعالی کے لیے ہے ۔ اللہ تعالی تمہیں اس کی جزاء دےتم اسی طرح مطمئن ہوکے ہاتھ دھوئیں کہ جس طرح اگر قنبر پانی ڈالتا اور تم ہاتھ دھوتے پس اس مرد نے ہاتھ دھوئے ۔ آپ علیہ السلام اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پانی کا برتن اپنے بیٹے محمد بن حنفیہّ کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ : اے میرے بیٹے اگر یہ بیٹا باپ کے بغیر آتا تو میں اس کے ہاتھ دھلواتا لیکن اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ باپ اور بیٹا ایک ہی مکان میں ہوں اور دونوں میں برابر ہوں ، باپ نے باپ کے ہاتھ دھلوائے اور بیٹے نے بیٹے کے پس حضرت محمد بن حنفیہّ نے بیٹے کے ہاتھ دھلوائے ۔

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کام میں علی علیہ السلام کی پیروی کرے گا وہ حقیقی شیعہ ہے ۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مہمان نوازی

سیدہ فاطمۃ زہراء سلام اللہ کی زندگی کا ہر کام مثالی تھا چاہے یتیموں ، مسکینوں اور قیدیوں کو کھانا کھلانا ہو ،راہ خدا میں عبادت ہو یا اپنے باپ کی خدمت کرنی ہو یا مہمان کی مہمان نوازی کرنی ہو ۔

روایت ہے کہ :

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ص فَشَكَا إِلَيْهِ الْجُوعَ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى أَزْوَاجِهِ فَقُلْنَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا الْمَاءُ فَقَالَ ص مَنْ لِهَذَا الرَّجُلِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ أَتَى فَاطِمَةَ وَ سَأَلَهَا مَا عِنْدَكِ يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا إِلَّا قُوتُ الصِّبْيَةِ لَكِنَّا نُؤْثِرُ بِهِ ضَيْفَنَا فَقَالَ عَلِيٌّ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ نَوِّمِي الصِّبْيَةَ وَ أَطْفِئِي الْمِصْبَاحَ وَ جَعَلَا يَمْضَغَانِ بِأَلْسِنَتِهِمَا

وَ لَمَّا فَرَغَ مِنَ الْأَكْلِ أَتَتْ فَاطِمَةُ بِسِرَاجٍ فَوَجَدَتِ الْجَفْنَةَ مَمْلُوءَةً مِنْ فَضْلِ اللَّهِ فَلَمَّا أَصْبَحَ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ ص مِنْ صَلَاتِهِ نَظَرَ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ بَكَى بُكَاءً شَدِيداً وَ قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَقَدْ عَجِبَ الرَّبُّ مِنْ فِعْلِكُمُ الْبَارِحَةَ اقْرَأْ وَ يُؤْثِرُونَ عَلى أَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كانَ بِهِمْ خَصاصَةٌ أَيْ مَجَاعَةٌ وَ مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ يَعْنِي عَلِيّاً وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَأُولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (مناقب آل أبي طالب عليهم السلام(لابن شهرآشوب) ج ۲ ص ۷۴)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بھوک کی شکایت کی۔ رسول اللہؐ نے ازواج کے گھروں کی طرف روانہ کیا۔ ازواج نے بھی جواب دیا: ہمارے ہاں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے آج رات کا کھانا کون کھلائے گا؟

حضرت علی (علیہ السلام) نے عرض کی: میں کھلاؤں گا۔ حضرت علی (علیہ السلام) نے حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) سے پوچھا تو فرمایا: صرف بچوں کا کھانا ہے، مگر ہم مہمان کو ترجیح دیں گے۔ حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا: بچوں کو سلا دیں۔ میں چراغ بجھا دیتا ہوں۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ اور جب وہ کھانے سے فارغ ہوگیا تو سیدہ سلام اللہ علیہا چراغ کے ساتھ آئی پس آپ سلام اللہ علیہا نے اس برتن کو اللہ تعالی کے فضل سے بھرا ہوا پایا جب صبح ہوئی تو نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور جب آپ ﷺ نے سلام پڑھ لیے تو امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف نظر کی اور شدید آہ و بکاء کیا اور فرمایا کہ اے امیر المومنین بتحقیق کل والے کام پر اللہ نے تعجب کیا ہے ، تم پڑھو:

وَ يُؤْثِرُونَ عَلى أَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كانَ بِهِمْ خَصاصَةٌ وَ مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ (يَعْنِي عَلِيّاً وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ)فَأُولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم کرتے ہیں چاہے انہیں کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو اور جسے بھی اس کے نفس کی حرص سے بچالیا جائے وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ الحشر ۹

اور اسی طرح صرف خوشی کے موقع پر کھانا نہیں کھلاتے تھے بلکہ خوشی کے ساتھ غمی کے موقع پر بھی کھانا کھلاتے تھے ۔

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ :

لَمَّا قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَاطِمَةَ ع أَنْ تَتَّخِذَ طَعَاماً لِأَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَ تَأْتِيَهَا وَ تُسَلِّيَهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَجَرَتْ بِذَلِكَ

السُّنَّةُ أَنْ يُصْنَعَ لِأَهْلِ الْمُصِيبَةِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ طَعَام (المحاسن ج ٢ ص ٤١٩)

جب حضرت جعفر بن ابی طالب علیہا السلام شہید ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو حکم دیا کہ تین دن تک اسماء بنت عمیس کے گھر کھانا لے جائیں اور سیدہ سلام اللہ علیہا نے تین دن تک کھانا لے گئیں اور ان کو تسلیت دی اور اس کے بعد یہ سنت جاری ہوئی کہ تین دن تک اہل مصیبت کے گھر کھانا لے جایا جائے۔

اس روایت سے جو چیز واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کھانا کھلانے کا مورد صرف خوشی نہیں ہے بلکہ غم و اندوہ کے موقع پر کھانا کھلانے کی اہمیت اتنی ہی ہے جتنی خوشی کے موقعہ پر کھانا کھلانے کی ہے۔ ممکن ہے کہ غم و اندوہ کی اہمیت زیادہ ہو کیونکہ غم و اندوہ میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام علی علیہ السلام اپنے بیٹے امام حسن کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

أما الحسن ففتى من الفتيان و صاحب جفنة و خوان (شرح نهج البلاغه لابن ابى الحديد ج ٢٠ ص ٢٨٤)

آپ علیہ السلام سخیوں میں سے ایک سخی تھے اور فیاض اور مہربان اور صاحب دسترخوان تھے۔

ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام کھانا کھا رہے تھے تو ایک گروہ داخل ہوا اور سلام کیا اور بیٹھ گئے پس آپ علیہ السلام نے فرمایا:

هَلُمُّوا فَإِنَّمَا وُضِعَ الطَّعَامُ لِيُؤْكَل (مناقب آل ابى طالب عليهم السلام ج ٤ ص ١٧)

خوش آمدید اس کے بعد ان کے لیے کھانا نکالا گیا تاکہ وہ تناول فرمائیں۔

اسی طرح آپ علیہ السلام کی زندگی کے بہت سارے واقعات ملتے ہیں جن میں آپ علیہ السلام نے عزت و تکریم کے ساتھ مہمان نوازی فرمائی اور خصوصاً فقراء اور مساکین کی مہمان نوازی کو جاری و ساری رکھا۔ جو آج بھی یہ دسترخوان جاری و ساری ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی مہمان نوازی

اہل بیت علیہم السلام کی زندگی کا ایک اہم پہلو یتیم پروری ہے اور مہمان نوازی میں بھی مسکینوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ مسعدۃ بن صدقۃ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ:

مر الحسين بن علي ع بمساكين قد بسطوا كساء لهم- فألقوا: عليه كسرا فقالوا- هلم يا ابن رسول الله، فثنى وركهفأكل معهم، ثم تلا «إِنَّهُ لا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ» ثم قال: قد أجبتكم فأجيبوني قالوا: نعم يا ابن رسول الله و تعمى عين، فقاموا معه حتى أتوا منزله، فقال للرباب: أخرجي ما كنت تدخرين (تفسير العياشى ج ٢ ص ٢٥٧)

ایک دن امام حسین علیہ السلام مسکینوں سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے چادر بچھائی ہوئی تھی اس پر ٹکڑے ٹکڑے پھینک رہے تھے پس جب امام حسین علیہ کو دیکھا تو امام علیہ السلام کو دعوت دی اور امام علیہ السلام نے ان کی دعوت قبول کی اور ان کے ساتھ کھایا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کی إِنَّهُ لا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ بیشک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں نے آپ کی دعوت قبول کی ہے پس آپ بھی میری دعوت قبول کریں۔ انہوں نے کہا کہ: جی ہاں اے رسول اللہ کے فرزند اور سر آنکھوں پر اس کے بعد وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے یہاں تک کہ گھر تک پہنچ گئے پس آپ علیہ السلام نے سیدہ رباب سے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ہے وہ لے آئیں۔

اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح تھی کہ وہ مہمان نوازی کو آداب کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

مہمان نوازی کے آداب

چہاردہ معصومین علیہم السلام کی مہمان نوازی سے چند چیزیں نمایاں ظاہر ہوتی ہیں کہ آپ علیہم السلام مہمان کی عزت اور تکریم کرتے تھے اور بہترین مہمان نوازی سے اس کی خاطر تواضع کرتے تھے اور جو آداب انہوں نے امت محمدی کو تعلیم دیئے ہیں ان کو مختصراً یہاں پر بیان کیا جائے گا۔

میزبان کے آداب

اہل البیت علیہم السلام سے مروی روایات کی روشنی میں دو چیزوں کو یہاں بیان کیا جائے گا ایک وہ آداب جن کو میزبان انجام دے تاکہ مہمان آرام اور راحت میں ہو اور خوشی محسوس کرے۔ اور دوسری چیز وہ کام جو میزبان کو انجام نہیں دینے چاہیے تاکہ مہمان کو کسی بھی قسم کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

الف: وہ آداب جو میزبان کو انجام دینے چاہیں۔

ا۔ حسن نیت (اخلاص): دنیاوی زندگی میں وہ شخص کامیاب ہے جس کی نیت خالص ہے ------------ جاری ہے ---------

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

سوال: حدیث غدیر کی سند تحقیقی کیا ہے؟ کیا حدیث سنی و شیعہ فریقین کے مطابق متواتر ہے اور کیا دعویٰ تواتر صحیح ہے اگر حدیث غدیر متواتر ہے تو متواتر کی کونسی قسم ہے لفظی یا معنوی ؟

جواب: حدیث غدیر لفظا اور معنیً دونوں لحاظ سے متواتر ہے ہمارے علماء ابر ار نے کتابیں تالیف کی ہیں کہ جس میں یہ سند موجود ہے علامہ امینی قدس سرہ کی کتاب الغدیر کی جزء اول میں اور السید حامد حسین کی کتاب العبقات میں۔

سوال: کلمہ ولیکم کا معنی ولایت تکوینی اور تشریعی ہے یا ولیکم کا معنی ارشادی ہے جو کہ محب اور نصیر ہے جیسا کہ اہلسنت علماء کی رائے ہے کہ ولیکم کا معنی محب اور نصیر ہے جبکہ شیعہ مکتبِ فکر کے مطابق ولیکم کا معنیٰ وسیع ہے یعنی ولیکم کا معنی ولایت تکوینی اور تشریعی ہے اس معنی کے اوپر دلیل شرعی کیا ہے ؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ مولیٰ کے بہت سارے معانی ہیں مگر یہاں پر معنی **اولیٰ بالتصروف** ہے جو کہ ولایت مطلقہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو ولایت مطلقہ رسولِ اکرم ﷺ کے لئے ثابت تھی دوسرا حدیث غدیر میں ایسے قرائین لفظیہ اور غیر لفظیہ موجود ہیں کہ جنکو دیکھ کر کوئی مصنف عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسول ﷺ نے اس معنی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لیا ہے۔

سوال: رسول اکرام ﷺ نے حدیث غدیر بیان کرنے کے لئے غدیر خم کا انتخاب کیوں فرمایا حالانکہ حج کا بہترین وقت تھا حدیث غدیر کے لئے۔ یا حج کے فورا بعد حدیث غدیر بیان کر دیتے جبکہ غدیر خم کا مکان ۲۵۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے یہاں پر تو مسلمان متفرق ہو چکے تھے ؟

جواب: غدیر خم کے مکان کا انتخاب اللہ کے حکم سے ہوا تھا اور آیت غدیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے غدیر کے مقام پر پہنچنے سے پہلے یہ طلب کیا تھا اور نبی ﷺ مخالفین کے اس فتنہ سے خوف زدہ تھے کہ کہیں وہ نبی سے ان کی زندگی میں جنگ اور ارتدادِ عام کا اعلان نہ کردیں اور یہ اسلام کے لئے صحیح نہ ہوتا اور جب اللہ نے ضمانت دی کہ یہ فتنہ بھرپا نہیں ہوگا جیسا کہ آیت تبلیغ میں ہے کہ اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا تو جب نبی ﷺ مطمئن ہوگئے کہ فتنہ بھرپا نہیں ہوگا تو آپ ﷺ نے اعلانِ ولایت کر دیا۔

سوال: کیا غدیر کا دن عید ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے اور عیدِ غدیر کے اعمال کیا ہیں اور عیدِ غدیر کے دن جب ہم ایک دوسرے کو مبارک دیں تو کیسے دیں اور اس پر دلیلِ شرعی کیا ہے؟

جواب: غدیر کا دن عید ہے اس بارے آئمہ علیہم السلام سے روایات ہیں کہ یوم غدیر عید ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر گروہ کے لیڈر جب قیادت سنبھالتے ہیں تو اس روز کو عید کو طور پر لیتے ہیں جب کہ یومِ غدیر ان سے زیادہ حق رکھتا ہے چونکہ غدیر کے دن تو دین مکمل ہوا تھا اور سلامتی دین کے قیامت تک کے لئے قواعد وضع کئے گئے تھے اور عید غدیر کے دن مبارک باد دینا مستحب مؤکد ہے اور حکم دیا گیا کہ مؤمنین ایک دوسرے کو اس طرح عید مبارک کریں الحمد لله الذی جعلنا من المتمسكين بولاية علی و اولاده الاطهار علیهم السلام زیارات کی کتابوں میں روایات موجود ہیں جو اس طرح مبارک دینے کا بتلاتی ہیں اور عید غدیر کے دن کے اعمال مفاتیح الجنان میں موجود ہیں ۔

سوال: یہ بات ثابت ہے کہ عید فطر اور عید ضحیٰ کے دن روزے رکھنا حرام ہے اور یوم غدیر بھی عید ہے جبکہ مفاتیح الجنان میں مذکور ہے کہ عید غدیر کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے حالانکہ یہ عید کا دن ہے؟

جواب: روزہ رکھنا حرام ہے یہ فقط عید ضحی اور عید فطر کے ساتھ خاص ہے ہر ایک کا حکم نہیں ہے ۔

سوال: کیا فطرہ کی جگہ کسی غریب کو سامان دے سکتے ہیں اس وقت جیسے انڈیا میں حالات ہیں اس کے حساب سے پیسے کی جگہ راشن اگر دے دیا جائے تو؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ فطرہ میں وہ چیزیں دیں جو چیزیں اکثر کھاتے ہیں یا ان کے پیسے دیں۔ واللہ العالم

سوال: اپنی والدہ کی ایک غلطی کی وجہ پر طیش میں آکر انہیں آپ بہت واہیات عورت ہیں کہہ دیا اور یہ جملے ان کے لئے صدمہ بن گئے، اب اسکی تلافی کیسے کروں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! میرے بیٹے والدین خصوصاً والدہ کو راضی کرنا بہت آسان ہے آپ والدہ کے سامنے ہاتھ جوڑو والدہ کے پاؤں پکڑو، بلکہ آپ والدہ کے پاؤں چومو اور اپنے رخسار کو والدہ کے پاؤں پر ملو اگر آپ کا ایک آنسو بھی والدہ کے ہاتھوں یا پاؤں پر پڑ گیا تو آپ کی والدہ کا دل بہت جلد پگل جائے گا اور والدہ کو راضی کرنے کے بغیر خدا بھی آپ سے راضی نہیں ہو گا اور والدہ کو راضی کرنے کے بعد خدا سے معافی مانگو اور جبتک زندہ رہو والدہ سے معافی معانگتے رہو۔

اور واضح رہنا چاہیے کہ والدین کے ہاتھ پاؤں چومنے سے انسان کو ذلت کا احساس نہ ہو بلکہ عزت کا احساس ہو اور عزت اسی میں ہے کہ والدین کی عزت کرو اور احترام سے کھڑے رہو اور احترام سے والدین کے پاس بیٹھو اور جبتک ماں باپ راضی نہ ہوں خدا بھی راضی نہیں ہوتا۔ واللہ العالم

سوال: بہت سے شیعہ اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ معصومین علیھم السلام تمام مجالس عاشورہ میں شرکت کرتے ہیں کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: بعض روایات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ معصومین علیھم السلام مجالسِ عزا میں شریک ہوتے ہیں اور کسی کو یہ بات شک و شبہ میں مبتلاء نہ کرے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں اتنے زیادہ مقامات پر کیسے حاضر ہوسکتا ہے ۔یہ سوال اس وقت درست ہے کہ جب ایسے شخص کی بات ہو جو اس طبیعی عنصری مادی جسم کی قید میں ہو لیکن جب بات غیر مادی ،نوارنی اور برزخی جسم کی ہو تو اسے زماں و مکاں کی دیواریں ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر حاضر ہونے سے نہیں روک سکتیں۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

سوال: ہم امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں کیوں روتے ہیں جب کہ امام علیہ السلام زندہ ہیں اور اللہ کے حضور رزق حاصل کر رہے ہیں ؟

جواب: اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں ہمیں سید الشہداء پر گریہ و زاری کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے روایت میں ہے کہ جو شخص بھی امام حسین علیہ السلام پر گریہ و زاری کرتا ہے اس پر جنت واجب ہوجاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا اہلبیت علیہم السلام کی سیرت و کردار اور نہج کو زندہ کرنا ہے اور اس کے علاوہ اس کے بہت سارے علمی و نفسیاتی فوائد بھی ہیں اور ہمارا امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا حق کی باطل کے مقابل میں مدد ، ظلم و بربریت کی مخالفت ، نہج کربلاء اور سیرت معصومین علیہم السلام پر باقی رہنے کا عزم اور امام حسین علیہ السلام سے عہدِ وفا اور بیعت کی تجدید ہے ۔

وبائی صورتحال کے پیش نظر ملاقاتوں کا سلسلہ بند ہے۔
پرانی خبریں مرجع عالی قدر دام ظلہ العالی کی نصیحتوں سے استفادہ کی خاطر نشر کی جا رہی ہیں

شعائر حسینیہ قیامِ امامِ حسین علیہ السلام کا امتداد ہے۔

(آیت اللہ العظمی الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ)

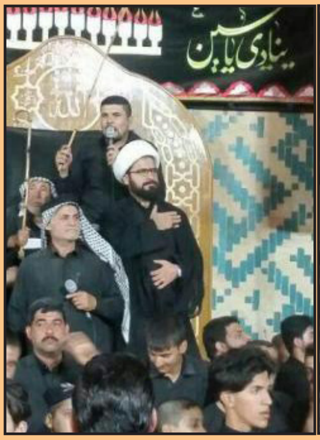

مرجع مسلمین و جہان تشیّع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف کے فرزند اور مرکزی دفتر کے مدیر حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے شعائر حسینیہ کے احیاء کی غرض سے صحن حرم حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے قرب میں منعقدہ مشعلوں کے جلوس میں شرکت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بلا شک و شبہ یہ شعائر حسینیہ قیام حضرت امام حسین علیہ السلام کا امتداد ہے۔

انھوں نے مزید فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قیام نانا کی امت میں اصلاح کی خاطر تھا لہٰذا ان کی یاد کو باقی رکھنا اور شعائر حسینیہ کا احیاء بھی اسی لئے ہے کہ اسی راستہ پر چلا جائے کہ جو قربانیوں اور عطاؤں کی ایک نایاب و فرید مثال ہے اسی لئے آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے خود عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہتمام کیا اور ہمیں بھی اسکی طرف تاکید کے ساتھ رغبت دلائی۔ یہ عبادت ہے اور رسول اللہؐ کے راستے پر گامزن رہنے کا اعلان ہے قیام حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسلام کی بنیادوں کو استحکام بخشا ہے لہٰذا شعائر حسینیہ کے احیاء کا مطلب انکے راستے پر چلنا ہے۔

عاشقانِ امامِ حسین علیہ السلام کی مرجعیتِ عظمی سے ملاقات

دنیا بھر سے آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی.

اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمی کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کرنا تھا. ان وفود کو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے نصیحت فرمائی. اور کہا زائرین محترم زیارت کے بعد زائر کے اندر مثبت تبدیلی زائر کی زیارت کی قبولیت کی نشانی ہے. آخر پر آئے ہوئے وفود نے مرجع عالی قدر دام ظلہ کا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا.

اقوام متحدہ کے جنرل سیکڑی کی طرف سے بھیجے گئے خاص نمائندہ کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

اقوام متحدہ کے جنرل سیکٹری کی طرف سے عراق میں بھیجے گئے خاص نمائندہ یان کو بیش نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی الشیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی ۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا اقوام متحدہ تمام اقوامِ عالم کو ایک نظر سے دیکھے اور معاملات کو دو مختلف ترازوؤں سے مت تولے اور مزید بر آن یہ بھی فرمایا کہ دہشت گردی سے جنگ کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی عملی جد و جہد کے بغیر فقط بیانات کافی نہیں ہیں۔

آخر پر مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس نکتہ پر بھی زور دیا کہ تمام عالَم میں مسلمان کے خون کا ہر گرنے والا قطرہ میرے جسم اور خون میں اثر رکھتا ہے اور مجھے دکھ پہنچاتا ہے۔

دوسری طرف عراق کے بارے میں کی گئی اقوامِ متحدہ کی کاوشوں کو یانکوبیش نے بیان کیا اور ساتھ ساتھ قیمتی وقت دینے پر مرجع عالی قدر دام ظلہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ

حضرت امام **حسین** علیہ السلام کی مصیبت کو مجالس، جلوس، تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ وغیرہ سے زندہ و باقی رکھیں یہ شعائر خدا ہیں اور واجبات شرعی ہیں۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

پاکستان میں سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر +923125197082

www.soutulnajaf.com m.urdu@alnajafy.com facebook.com/soutunnajaf

مرکزی ایڈریس امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر ۲، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان